بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْاَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

قسموں اور نذروں کا بیان

۱۳۶۵:عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنْ رَسُوْلِ اَللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ اَلْخَطَّابِ فِي رَكْبٍ وَعُمَرَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ فَنَادَاهُمْ رَسُولُ اَللّٰهِ ﷺ "أَلَا إِنَّ اَللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفاً فَلْيَحْلِفْ بِاَللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الایمان و النذور، باب لا تحلفوا بآبائکم: ۶۶۴۶،مسلم: ۱۶۴۶،ابوداود: ۳۲۴۹،الترمذی: ۱۵۸۸،النسائی: ۷/۴، ۵، ابن ماجة: ۲۰۹۴، احمد: ۸/۲، ۱۱، ۱۷، الدارمی: ۲۳۴۱، المعجم الاوسط: ۳۸۴

۱۳۶۵:حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو ایک قافلے میں اپنے باپ کی قسم اٹھاتے پایا تو آپ ﷺ نے قافلے والوں کو با آواز بلند فرمایا: "خوب غور سے سنو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آباء واجداد کی قسمیں اٹھانے سے منع فرماتا ہے، سو جو قسم اٹھانا چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے یا پھر خاموش رہے۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: الایمان: ہمزہ مفتوح اور یاء ساکن، یہ یمین کی جمع ہے، یمین کے لغوی معنی ہاتھ کے ہیں، لیکن اس کا اطلاق قسم پر بھی ہوتا ہے، کیونکہ اہل زبان کے حلف کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کا دائیاں ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں کسی چیز کو پختہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا ذاتی یا صفاتی کسی ایک نام یا ایک سے زائد نام لے کر قسم اٹھانا ہے۔ النذور: نون اور ذال مضموم، یہ نذر کی جمع ہے اور نذر مصدر ہے، خود پر ایسی چیز کو واجب کر لینا جو واجب نہ ہو۔ شرعا: عاقل وبالغ خود مختار انسان کا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے اپنے ذمہ ایسی چیز واجب کر لینا جو شریعت نے اس پر واجب نہ کی ہو

تشریح: قسم کی متعدد اقسام ہیں۔ (۱) **قسم لغو**: ایسی قسم جو انسان عادۃً اٹھاتا رہتا ہے، یا کسی گزرے ہوئے ایسے واقعہ کی بابت قسم اٹھانا جس میں اسے اپنا سچا ہونے کا یقین ہو، قسم کی یہ دونوں اقسام یمین لغو کہلاتی ہیں۔ یمین لغو پر کفارہ نہیں تاہم ایسا کرنے سے اجتناب ضروری ہے۔ (۲) **یمین غموس**: گزرے ہوئے واقعہ کی بابت قسم اٹھانا، حالانکہ اسے اپنے جھوٹا ہونے کا یقین ہو یا کسی کا حق تلف کرنے کیلئے جھوٹی قسم دینا یمین غموس کہلاتا ہے یعنی جہنم میں غوطہ دینے والی قسم ہے۔ اس قسم کا بھی کفارہ نہیں، تاہم اگر اس قسم کے ذریعے کسی کی حق تلفی کی ہو تو اس کی تلافی کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کی جائے ورنہ جہنم میں غوطہ خوری کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ (۳) **یمین کفارہ**: اس سے مراد وہ قسم ہے جس کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے، یہ قسم اگر خلاف واقعہ ہو تو کفارہ لازم ہو جاتا ہے اور کفارہ لازم ہونے کی چند شرائط ہیں (۱) قسم اٹھانے والا عاقل وبالغ ہو۔ (۲) جس امر کی بابت وہ قسم اٹھا رہا ہے اس پر اسے اختیار ہو۔ (۳) اس نے وہ قسم ارادۃً اٹھائی ہو۔ (۴) اس قسم کا تعلق مستقبل سے ہو، اور وہ اپنا حلف توڑ دے۔

فقہی احکام: عادتاً یا ارادتاً ہر دو صورتوں میں غیر اللہ کی قسم اٹھانا ممنوع ہے۔

۱۳۶۶:وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ وَالنَّسَائِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مرفوعا "لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِأُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْأَنْدَادِ وَلَا

تَحۡلِفُوا إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحۡلِفُوا بِاللَّهِ إِلَّا وَأَنۡتُمۡ صَادِقُونَ"

ابوداود، كتاب الايمان والنذور، باب في كراهية الحلف بالآباء: ۳۲۴۸، النسائي: ۷/۵، ابن حبان: ۴۳۵۷، البيهقي: ۱۰/ ۲۹، المعجم الاوسط: ۴۵۷۲

۱۳۶۶: ابوداوٗد اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے آباء واجداد، اپنی امہات اور بتوں کی قسم مت اٹھاؤ، اور اللہ تعالیٰ کی قسم بھی اس وقت اٹھاؤ جب تم سچے ہو۔"

لغوی تحقیق: الانداد : یہ ند کی جمع ہے اور ند کا نون مکسور ہے، اس کا لغوی معنی ہے کسی شیئ کا ایسا مثل جو اوصاف میں اس کے متضاد ہو، لیکن یہاں اس سے مراد کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھنا ہے۔

تشریح: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو فتح الباری میں زیادات الباب میں نقل کر کے اس پر خاموشی اختیار کی ہے۔ فتح الباری میں کسی روایت پر ان کی خاموشی ان کے قاعدہ کے مطابق ان کے نزدیک صحیح یا حسن پر نص ہوگی۔ امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اس حدیث میں سابقہ حدیث کے مقابلے میں قسم اٹھانے کے چند زائد ضابطے بیان ہوئے ہیں۔ (۱) اپنی امہات کی قسم اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کی قسم اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔ (۳) جھوٹی قسم اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔

اپنے آباء واجداد اور امہات، اصنام اور جھوٹی قسم اٹھانا بلاشبہ بڑے گناہ ہیں، لیکن ان میں سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم اٹھانا، غیر اللہ کی سچی قسم اٹھانے سے بڑا جرم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جھوٹی قسم کو کبائر میں شمار فرمایا ہے۔

فقہی احکام: (۱) جھوٹی قسم جہنم میں غوطہ لگانے کا ذریعہ ہے (۲) معبودان باطلہ کی قسم، آباء واجداد کی قسم کے مقابلے میں زیادہ سنگین جرم ہے۔

۱۳۶۷: وَعَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "يَمِينُكَ عَلَى مَا يُصَدِّقُكَ بِهِ صَاحِبُكَ" وَفِي رِوَايَةٍ "اَلۡيَمِينُ عَلَى نِيَّةِ اَلۡمُسۡتَحۡلِفِ" أَخۡرَجَهُمَا مُسۡلِمٌ.

مسلم، كتاب الايمان، باب يمين الحالف على نية المستحلف: ۱۶۵۳، ابوداود: ۳۲۵۵، المعجم الاوسط: ۷۷۸۲، احمد: ۲/ ۲۲۸

۱۳۶۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تیرا ساتھی جس پر تیری تصدیق کرے وہی تیری قسم ہے۔" ایک روایت میں ہے کہ "قسم کا دارومدار قسم لینے والے کی نیت پر ہے۔" (مسلم)

تشریح: ان دونوں روایات سے ایک ہی چیز مراد ہے، یعنی قسم لینے والا ایک چیز پر قسم کا مطالبہ کرتا ہے اور قسم دینے والا اس چیز پر قسم دینے پر راضی ہو جاتا ہے، لیکن وہ قسم اٹھاتے وقت ذو معنی الفاظ استعمال کرتا ہے، قسم کا مطالبہ کرنے والا ایک مفہوم سمجھتا ہے لیکن قسم دینے والا دوسرا مفہوم مراد لیتا ہے مثلاً دو آدمیوں نے مل کر چوری کی، ایک نے مال مسروق اٹھایا اور دوسرے نے مال مسروق تو نہیں اٹھایا لیکن مال مسروق اٹھانے میں دوسرے کی مکمل مدد کی۔ جس کا مال چوری ہوا، اس نے اس شخص پر چوری کا الزام عائد کیا جس نے مال مسروق اٹھایا تو نہیں لیکن اٹھانے والے کی مدد کی تھی، اب قسم لینے والے کی نیت یہ ہے کہ یہ شخص مجھے قسم دے کہ میں نے چوری نہیں کی، لیکن قسم دینے والا قسم دیتے وقت یہ کہہ دیتا ہے کہ میں نے اس کی کوئی چیز نہیں اٹھائی، اس صورت میں قسم اٹھانے والے نے جھوٹی قسم اٹھانے کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ قسم لینے والے کی نیت یہ تھی کہ یہ قسم اٹھائے کہ اس نے میری چوری نہیں کی۔ قسم دینے والے نے اگرچہ چیز نہیں اٹھائی لیکن چوری تو کی ہے، لہٰذا اس کی قسم جھوٹی ہوگی۔ جھوٹی قسم نفع اور رأس المال ختم کر دیتی ہے۔ اس مفہوم کی حدیث بھی انہیں سے مروی ہے۔

فقہی احکام: قسم میں توریہ یا کسی اور حیلے کی کوئی گنجائش نہیں۔

۱۳۶۸:وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْراً مِنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي لَفْظٍ لِلْبُخَارِيِّ "فَائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ" وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ "فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ ثُمَّ ائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ" وَإِسْنَادُهَا صَحِيحٌ.

البخاری، کتاب الایمان و النذور، باب قول الله تعالیٰ ﴿لایؤاخذکم الله باللغو فی ایمانکم ......﴾: ۶۶۲۲، مسلم: ۱۶۵۲، ابوداود: ۳۲۷۷، ۳۲۷۸، الترمذی: ۱۵۸۴، النسائی: ۷/۱۰، ۱۲، احمد: ۵ /۶۲، ۶۳، الدارمی: ۲۳۴۶، ابن حبان: ۴۳۴۸، ۴۳۴۹، البیهقی: ۱۰/۱۰۰

۱۳۶۸:حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جب تم کسی کام سے متعلق قسم اٹھاؤ، پھر اس کام کے خلاف کوئی بہتر چیز دیکھو تو بہتر چیز اختیار کرلو اور قسم کا کفارہ ادا کرو۔" (بخاری ومسلم) بخاری میں ہے "جو بہتر ہو وہ کرلو اور قسم کا کفارہ ادا کردو۔" ابوداؤد میں ہے "قسم کا کفارہ دے دو اور جو بہتر ہو وہ کرلو۔" (اس کی سند صحیح ہے۔)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے ایک حدیث کے تین طرق نقل کرکے اس عملی اختلاف کی نشاندہی کی ہے کہ آیا اس صورت میں پہلے قسم توڑ دی جائے یا پہلے کفارہ ادا کیا جائے۔امام ابن حبان کا قول ہے کہ پہلے کفارہ ادا کرنا مستحب ہے۔حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر واور حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہم سے بھی اسی مفہوم کی احادیث مروی ہیں۔

فقہی احکام: (۱)قسم اٹھانے والا اگر ترک واجب کی قسم اٹھالیتا ہے تو ایسی صورت میں اس پر قسم کا توڑنا لازم ہے، اور اسے کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ (۲)قسم اٹھانے والا ممنوعہ کام کرنے کی قسم اٹھالیتا ہے تو اس قسم کو بھی توڑنا اور اس کا کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا۔(۳)اگر کوئی شخص فعل مندوب نہ کرنے کی قسم اٹھالیتا ہے تو ایسے شخص کو قسم برقرار رکھنے اور توڑنے کا اختیار ہے، لیکن مستحب یہی ہے کہ وہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔ (۴) پہلے کفارہ ادا کرے پھر قسم توڑے۔

۱۳۶۹:وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ "مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَقَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ" رَوَاهُ احمد و الاربعة وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الایمان والنذور، باب الاستثناء فی الیمین: ۳۲۶۱، ۳۲۶۲، الترمذی: ۱۵۸۶، النسائی: ۷/۱۲، ۲۵، ابن ماجة: ۲۱۰۵، ۲۱۰۶، احمد: ۲/۶، ۱۰، الدارمی: ۲۳۴۲، ابن الجارود: ۹۲۸، ابن حبان: ۴۳۳۸-۴۳۴۰، ۴۳۴۲، الحاکم: ۴/۳۰۳، البیهقی: ۱۰/۴۶

۱۳۶۹:حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جس شخص نے قسم اٹھاتے وقت ان شاء اللہ کہہ دیا اس پر قسم ٹوٹنے کی صورت میں کفارہ نہیں۔" (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: حنث: حاء مکسور اور نون ساکن، قسم پوری نہ کرنا۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں جس قسم کا ذکر ہے یہ قسم عدالتی قسم نہیں بلکہ انسان کے ذاتی معاملات سے متعلق ہے مثلاً کوئی شخص یہ کہے، اللہ کی قسم اگر اللہ نے چاہا تو میں اس سال حج کرنے جاؤں گا، پھر وہ کسی معقول وجہ سے اس سال نہ جاسکے تو وہ حانث نہیں ہوگا۔اسی مفہوم کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

۱۳۷۰:وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَتْ يَمِينُ اَلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا وَمُقَلِّبِ اَلْقُلُوبِ" رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الایمان و النذور، باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۶۶۲۸، ابوداود: ۳۲۶۳،الترمذی: ۱۵۹۶، النسائی: ۲/۷، ۳، ابن ماجۃ: ۲۰۹۲، المؤطا: ۴۸۰/۲، احمد: ۲۵/۲، الدارمی: ۲۳۵۰، ابن حبان: ۴۳۳۲

۱۳۷۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم یہ تھی "دلوں کے بدلنے والے کی قسم۔"(البخاری)

لغوی تحقیق: ومقلب: میم مضموم، قاف مفتوح اور لام مشدد مکسور اور یہ واؤ قسمیہ کی وجہ سے مجرور ہے یعنی تبدیلی کرنے والا۔ دلوں کی تبدیلی سے مراد اغراض واحوال کی تبدیلی ہے۔ جیسا کہ علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ تقلیب قلوب و بصائر سے مراد ایک رائے سے دوسری رائے کی طرف پھیرنا ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا مشاہدہ نقل کیا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز قسم فقط یہی نہیں تھا اس کے علاوہ بعض دیگر انداز بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ مثلاً رب کعبہ کی قسم! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوالقاسم کی جان ہے! نہیں، اللہ کی قسم وغیرہ

فقہی احکام: اللہ تعالیٰ کے کسی بھی صفاتی نام کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔

۱۳۷۱: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى اَلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ مَا اَلْكَبَائِرُ؟ فَذَكَرَ اَلْحَدِيثَ وَفِيهِ قُلْتُ وَمَا الْيَمِينُ الْغَمُوسُ؟ قَالَ اَلَّذِي يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا كَاذِبٌ, أَخْرَجَهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب استتابة المرتدین......، باب اثم من اشرک باللہ ......: ۶۹۲۰، الترمذی: ۳۲۲۲، ۳۲۲۳، النسائی: ۸۹/۷، ۶۳/۸، احمد: ۲۰۱/۲، الدارمی: ۲۳۶۰، ابن حبان: ۵۵۶۲، المعجم الاوسط: ۱۰۹۶، ۷۷۸۲، البیہقی: ۳۵/۱۰

۱۳۷۱: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بڑے گناہ کون سے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے پورا واقعہ نقل فرمایا، اس روایت میں یہ بھی ہے کہ (فراس کہتے ہیں) میں نے (عامر شعبی سے) کہا، غوطہ دینے والی قسم کون سی ہے؟ انہوں نے کہا، جس قسم کے ذریعے مسلمان بھائی کا مال ہتھیا لیا جائے درآنحالیکہ قسم اٹھانے والا جھوٹا ہو۔ البخاری

لغوی تحقیق: الکبائر: یہ کبیرۃ کی جمع ہے، اس سے مراد بڑے بڑے گناہ ہیں۔ الغموس: غین مفتوح اور میم مضموم، غوطہ دینے والی، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ قسم اپنے اٹھانے والے کو جہنم میں غوطہ دے گی۔ قلت: میں نے کہا۔ بخاری میں یہ روایت تین دفعہ مذکور ہے لیکن بخاری کے کسی طریق سے بھی یہ عیاں نہیں ہوتا کہ سائل کون ہے؟ چنانچہ مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ سائل حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہوں اور مجیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ سائل کوئی اور ہو اور مجیب عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما یا کوئی اور ہو، پھر مجھے ابن حبان کی روایت سے معلوم ہوا کہ سائل فراس ہے اور مجیب شعبی ہیں، یہاں اگرچہ یہ شعبی کا قول ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں؛ الیمین الغموس؛ کی یہی تعریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مذکور ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں جھوٹی قسم اٹھانے کا اخروی نقصان بتایا گیا ہے، یعنی یہ قسم جہنم میں غوطہ ضرور دے گی، خواہ قسم اٹھانے والا صوم وصلوٰۃ کا پابند ہی کیوں نہ ہو، بشرطیکہ اس نے دنیا میں جھوٹی قسم اٹھانے کی تلافی نہ کی ہو۔ جھوٹی قسم کی تلافی کفارہ ادا کرنے سے نہیں ہوتی، کیونکہ جھوٹی قسم اٹھانے کا گناہ کفارہ سے کہیں بڑھ کر ہے، جھوٹی قسم کی تلافی کی امید تو اس وقت کی جا سکتی ہے، جب وہ جھوٹی قسم کا اعتراف کرتے

ہوئے اس شخص کے نقصان کی تلافی کرے جسے اس نے جھوٹی قسم کے ذریعے نقصان دیا تھا نیز وہ اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے توبہ کرے۔ جھوٹی قسم کے دنیاوی نقصانات بھی ہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ جھوٹی قسم مال کی بربادی اور رشتوں ناطوں کے انقطاع پر منتج ہوتی ہے۔

فقہی احکام: (۱) جھوٹی قسم کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ (۲) اس کی تلافی کفارہ ادا کرنے سے نہیں ہوتی، اس لیے شریعت میں اس کا کوئی کفارہ مذکور نہیں۔ (۳) اس کی تلافی توبہ اور سلب شدہ مال کی واپسی سے ممکن ہے۔

۱۳۷۲: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ﴾ قَالَتْ هُوَ قَوْلُ الرَّجُلِ لَا وَاللَّهِ وَ بَلَى وَاللَّهِ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَأَوْرَدَهُ أَبُو دَاوُدَ مَرْفُوعاً.

البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب ﴿لا یؤاخذکم اللہ......﴾: ۶۶۶۳، المؤطا: ۲/۴۷۷، ابن الجارود: ۹۲۵، ابوداود: ۳۲۵۴، ابن حبان: ۴۳۳۳، البیہقی: ۱۰/۴۹، الطبرانی: ۱۳۱۶۴

۱۳۷۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں کا مؤاخذہ نہیں کرے گا﴾ کی بابت منقول ہے کہ لغو قسموں سے مراد کسی آدمی کا یہ کہنا، نہیں، اللہ کی قسم، کیوں نہیں، اللہ کی قسم۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے یہی الفاظ مرفوع بیان کیے ہیں۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت مرفوع اور موقوف ہر دو طرح منقول ہے، امام ابوداؤد نے اگرچہ یہ روایت مرفوع نقل کی ہے، تاہم انہوں نے یہ کہہ کر کہ عطاء اور ابراہیم نے یہ روایت مختلف انداز سے بیان کی ہے۔ اس روایت کے مرفوع یا موقوف ہونے کے اختلاف کا عندیا دیا ہے، حافظ ابن قیم نے موقوف طریق کو راجح قرار دیا ہے۔ اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ جو قسم غیر ارادی طور پر اٹھائی جائے وہ لغو ہے اور لغو قسم قابل مؤاخذہ نہیں۔

فقہی احکام: لغو قسم قابل مؤاخذہ نہیں۔

۱۳۷۳: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِنَّ لِلَّهِ تِسْعًا وَتِسْعِينَ اِسْماً مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَاقَ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ الْأَسْمَاءَ وَالتَّحْقِيقُ أَنَّ سَرْدَهَا إِدْرَاجٌ مِنْ بَعْضِ الرُّوَاةِ.

البخاری، کتاب الدعوات، باب للہ مائة اسم غیر واحدة: ۶۴۱۰، مسلم: ۲۶۷۷، الترمذی: ۳۵۰۷، ۳۵۰۸، ابن ماجة: ۳۸۶۰، ۳۸۶۱، احمد: ۲/۲۶۷، ۴۲۷، ابن حبان: ۸۰۷، ۸۰۸، الاسماء والصفات: ص ۷، الحاکم: ۱/۱۶

۱۳۷۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جس نے وہ یاد کر لیے وہ جنت میں داخل ہو گیا۔" (بخاری و مسلم، ترمذی اور ابن حبان نے وہ نام ذکر بھی کیے ہیں، لیکن محقق بات یہ ہے کہ ان ناموں کی تفصیل کسی راوی کا اضافہ ہے۔)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، تاہم کسی بھی مرفوع حدیث میں ان ناموں کی تفصیل نہیں ہے اور جس حدیث میں تفصیل ہے وہ مدرج ہے، یعنی یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر نہیں فرمائے، بلکہ کسی راوی نے قرآن حکیم سے جمع کر کے ذکر کیے ہیں۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ ایسا ولید بن مسلم نے کیا ہے اور اسی بنا پر شیخین نے صحیحین میں ولید بن مسلم کی مرویات کو جگہ نہیں دی۔ مؤلف رحمہ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کر کے یہ عندیہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نام کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔

فقہی احکام: (۱) اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ (۲) ان کو حفظ کرنے کا اجر جنت ہے (۳) اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نام کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔

۱۳۷۴: وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ جَزَاكَ اللَّهُ خَيْراً فَقَدْ

أَبْلَغَ فِي اَلثَّنَاءِ" أَخْرَجَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

الترمذی، ابواب البر و الصلة، باب ماجاء فی الثناء بالمعروف: ۲۰۳۵، عمل الیوم واللیلة للنسائی: ۱۸۰، ابن حبان: ۳۴۱۳، ابن السنی: ۲۷۶، البزار: ۱۹۴۴، ابن ابی شیبة: ۷۰/۹

۱۳۷۴: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کے ساتھ بھلائی کی جائے وہ بھلائی کرنے والے سے کہے، اللہ تعالیٰ تمہیں بہتر بدلہ عطا فرمائے، تو اس نے اس کا مکمل شکریہ ادا کر دیا۔" اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے

تشریح: ادب کا تقاضا ہے کہ احسان کرنے والے کے احسان کا بدلہ فی الفور دیا جائے، اگر کسی کے پاس بدلہ دینے کیلئے مادی اشیا موجود نہ ہوں تو پھر وہ اپنے محسن کو دعا سے محروم نہ رکھے۔ دعا کے افضل ترین الفاظ؛ جزاک اللہ خیراً؛ ہیں، لفظ خیر ایک ایسا جامع کلمہ ہے جو دنیاوی اور اخروی بھلائیوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ بنابریں رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات کہنے والے کو مکمل شکر ادا کرنے والا قرار دیا ہے۔

زیر مطالعہ حدیث صحیح مسلم کی شروط کے موافق ہے، علامہ المناوی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ سیوطی نے اس حدیث پر صحت کا حکم لگایا ہے۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس کی شاہد بھی ہے۔

فقہی احکام: (۱) احسان کرنے والے کے احسان کا بدلہ دینا ضروری ہے۔ (۲) اگر مادی بدلہ نہ دے سکتا ہو تو اس کیلئے دعائے خیر کرے۔

۱۳۷۵: وَعَنِ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ اَلنَّذْرِ وَقَالَ "إِنَّهُ لَا يَأْتِي بِخَيْرٍ وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب الایمان و النذور، باب القاء العبد النذر الی القدر: ۶۶۰۸، مسلم: ۱۶۳۹، ابوداود: ۳۲۸۷، النسائی: ۱۵/۷، ۱۶، ابن ماجة: ۲۱۲۲، احمد: ۲/ ۶۱، ۸۶، ۱۱۸، الدارمی: ۲۳۴۰، ابن حبان: ۴۳۷۵ـ۴۳۷۷، البیهقی: ۷۷/۱۰، المشکل الآثار: ۳۶۲/۱، ۳۶۳، الحمیدی: ۱۱۱۲، الترمذی: ۱۵۹۴

۱۳۷۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نذر ماننے سے منع کیا اور فرمایا: "نذر سے کوئی بھلائی حاصل نہیں ہوتی، نذر کے ذریعے تو اللہ تعالیٰ بخیل سے کچھ نکالتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: نذر دو قسم کی ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کیلئے۔ (۲) غیر اللہ کیلئے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کیلئے نذر ماننے کا تعلق ہے تو یہ فعل مستحسن نہیں، فعل مستحسن تو یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کیلئے غیر مشروط صدقہ و خیرات کر دے۔ تاہم اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کیلئے نذر مان لیتا ہے اور وہ نذر اگر فعل مباح کی ہے تو پھر وہ فعل اس پر لازم ہو جاتا ہے۔ اور اگر گناہ کی نذر ہے تو پھر اس کا پورا کرنا حرام ہے۔ البتہ اس پر قسم جیسا کفارہ لازم آئے گا۔

اس حدیث میں اس فعل کے مستحسن نہ ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے یہ علت بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نذر کے ذریعے بخیل و کنجوس آدمی سے صدقہ کروا لیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نذر تقدیر کو رد نہیں کر سکتی۔ اگر نذر غیر اللہ کیلئے ہے تو پھر وہ علی الاطلاق حرام ہے اور اس کا شمار شرک کی اقسام میں ہوتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) نذر تقدیر الٰہی میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی۔ (۲) نذر ماننے کی بجائے غیر مشروط صدقہ کرنا بہتر ہے۔

۱۳۷۶: وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "كَفَّارَةُ اَلنَّذْرِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَزَادَ اَلتِّرْمِذِيُّ فِيهِ "إِذَا لَمْ يُسَمِّ" وَصَحَّحَهُ.

مسلم، کتاب النذر، باب فی کفارة النذر: ۱۶۴۵، ابوداود: ۳۳۲۳، ۳۳۲۴، الترمذی: ۱۵۸۳، النسائی: ۲۶/۷، احمد: ۱۴۶/۴، البیهقی: ۶۷/۱۰، المعجم الاوسط: ۶۳۶۰

۱۳۷۶:حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔" (اسے مسلم نے روایت کیا ہے) اور ترمذی نے مزید یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں۔ "جب وہ اس کا نام نہ لے۔" (ترمذی نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: النذر: یہ ضرب کے وزن پر ہے یا نصر کے وزن پر؟ اس بارے میں اختلاف ہے، صاحب مصباح کا کہنا ہے کہ راجح یہی ہے کہ یہ نصر کے وزن پر ہے۔ اس کے لغوی معنی قبول کرنے کے ہیں، شرعی معنی، عاقل، بالغ خود مختار مسلمان کا حصول رضائے الٰہی کیلئے اپنے ذمہ کوئی عبادت فرض کر لینا جو شریعت نے اس پر فرض نہ کی ہو۔ **کفارة:** کاف مفتوح اور فاء مشدد، یہ کفر سے ماخوذ ہے، اس کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں، یہ چونکہ گناہوں کو چھپا لیتا ہے، اس لیے اسے اسی نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

تشریح: احادیث میں نذر کی متعدد اقسام ذکر ہوئیں ہیں۔

(۱) کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے مجھ پر نذر ہے، لیکن وہ اس نذر کا نام نہ لے، یا وہ اس طرح کہے، میں نے اگر ایسا کیا تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کیلئے نذر ہے۔ پھر وہ شخص وہ کام کر گزرے تو اس پر وہی کفارہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔ (۲) کوئی شخص کسی گناہ کا کام کرنے یا کسی فرض کو ترک کرنے کی نذر مان لے۔ ایسے شخص پر بھی کفارہ لازم ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی منت مانے وہ نافرمانی نہ کرے۔" (۳) ایسی بڑی نذر مان لے جسے پورا کرنا باعث مشقت ہو، اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے۔ حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا فتویٰ ہے کہ ایسے شخص پر کفارہ ہے (۴) نذر تقرب، یعنی کوئی شخص نفلی روزہ اور نفلی حج و عمرہ ادا کرنے کی منت مان لے تو اس پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنی منت پوری کرے

۱۳۷۷:وَلِأَبِي دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما مَرْفُوعاً "مَنْ نَـذَرَ نَذْراً لَمْ يُسَمِّهِ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْراً فِي مَعْصِيَةٍ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْراً لَا يُطِيقُهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ" وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ إِلَّا أَنَّ اَلْحُفَّاظَ رَجَّحُوا وَقْفَهُ

ابو داود، کتاب الایمان والنذور، باب من نذر نذراً لا یطیقه: ۳۳۲۲، ابن ماجة: ۲۱۲۸

۱۳۷۷:ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے کوئی نذر مان لی لیکن نام نہیں لیا تو اس نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے، اور جس شخص نے معصیت کی نذر مان لی اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے، جس شخص نے ایسے کام کی نذر مان لی جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا، اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے۔" (اس کی سند صحیح ہے لیکن نامور محدثین نے اس روایت کے موقوف ہونے کو راجح کہا ہے۔)

۱۳۷۸:وَلِلْبُخَارِيِّ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا "وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اَللَّهَ فَلَا يَعْصِهِ"

البخاری، کتاب الایمان و النذور، باب النذر فیما لا یملک و فی معصیة: ۶۷۰۰، ابوداود: ۳۲۸۹۔۳۲۹۲، الترمذی: ۱۵۲۸۔۱۵۸۰، النسائی: ۷/۱۷، ۲۶، ابن ماجة: ۲۱۲۵، ۲۱۲۶، احمد: ۶/۳۶، ۴۱، الدارمی: ۲۳۳۸، ابن حبان: ۴۳۸۷۔۴۳۹۰، ابن الجارود: ۹۳۴، البیهقی: ۶۸/۱۰، المؤطا: ۴۷۶/۲

۱۳۷۸:بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ "جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی نذر مان لی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مت کرے"

۱۳۷۹:وَلِمُسْلِمٍ مِنْ حَدِيثِ عِمْرَانَ رضی اللہ عنہ "لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةٍ"

مسلم، کتاب النذر، باب لاوفاء لنذر فی معصیة الله: ۱۶۴۱، ابوداود: ۳۳۱۶، النسائی: ۳۰/۷، ابن ماجة: ۲۱۲۴، احمد: ۴۲۹/۴، ۴۳۰، ۴۳۴، الدارمی: ۲۳۳۴، ابن حبان: ۴۳۹۱، ۴۳۹۲

۱۳۷۹: مسلم میں حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے "نافرمانی سے متعلق نذر پوری نہیں کرنی چاہیے۔"

تشریح: نذر کا کفارہ درج ذیل صورتوں میں دیا جائے سکتا ہے۔(۱) دس مساکین کو کھانا کھلایا جائے یا دس مساکین کو لباس پہنایا جائے یا گردن آزاد کی جائے۔(۲) ان تینوں میں سے کسی ایک کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر تین روزے رکھے جائیں۔

۱۳۸۰: وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ حَافِيَةً فَقَالَ اَلنَّبِيُّ ﷺ "لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَلِأَحْمَدَ والاربعة فَقَالَ "إِنَّ اَللَّهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ أُخْتِكَ شَيْئاً مُرْهَا فَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَرْكَبْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ"

البخاری، کتاب جزاء الصید، باب من نذر المشی الی الکعبة: ۱۸۶۶، مسلم: ۱۶۴۴، ابوداود: ۳۲۹۳، ۳۲۹۹، النسائی: ۷/۱۹، احمد: ۲۲۷۸، الترمذی: ۱۵۴۴، ابن ماجة: ۲۱۳۴، الدارمی: ۲۳۳۴، البیہقی: ۱۰/۸۰

۱۳۸۰: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میری بہن نے بیت اللہ کی زیارت کیلئے ننگے پاؤں چل کر جانے کی نذر مانی، (اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کروں۔ میں نے دریافت کیا تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ پیدل چلے اور سواری بھی استعمال کرے۔" (بخاری ومسلم، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں) احمد اور چاروں میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دے گا، اسے کہہ دو کہ وہ چادر اوڑھ لے اور سواری استعمال کرے اور تین روزے رکھ لے۔"

لغوی تحقیق: حافیة: ننگے پاؤں چلنے والی۔ شقاء: شین مفتوح، تنگی ومشقت۔ تختمر: وہ چادر اوڑھ لے۔ (ابوداؤد اور ترمذی میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ) اس نے یہ نذر بھی مانی تھی کہ وہ ننگے سر جائے گی، اس لیے آپ ﷺ نے اسے اوڑھنی لینے کا حکم فرمایا۔

تشریح: نذر ماننے والا اگر ایسی نذر مانتا ہے جو اس کی بساط سے تو باہر نہیں لیکن نذر پوری کرنے کی صورت میں اسے مشقت کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ ایسی نذر کو پورا کرنا ضروری نہیں ہوتا، اس لیے نذر ماننے والا کفارہ دے سکتا ہے۔ اگر نذر قابل عمل نہیں تو پھر عدم وفا کی صورت میں کفارہ ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم مختلف آراء ہیں۔ جن حضرات کا کہنا ہے کہ کفارہ دینا لازم ہے وہ حضرات مسند احمد اور ابوداؤد میں مروی حدیث سے حجت پکڑتے ہیں۔ اور جو حضرات عدم کفارہ کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۱۳۸۱: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ اِسْتَفْتَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رضی اللہ عنہ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ فِي نَذْرٍ كَانَ عَلَى أُمِّهِ تُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ؟ فَقَالَ "اِقْضِهِ عَنْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الوصایا، باب ما یستحب لمن توفی فجاءة......: ۲۷۶۱، مسلم: ۱۶۳۸، ابوداود: ۳۳۰۷، الترمذی: ۱۶۰۲، النسائی: ۷/۲۱، ابن ماجة: ۲۱۳۲، المؤطا: ۲/۴۷۲، احمد: ۱/۲۱۹

۱۳۸۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی والدہ کی اس نذر کے بارے میں دریافت کیا جسے پورا کرنے سے پہلے وہ فوت ہو چکی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اس کی طرف سے پوری کرو۔" (بخاری ومسلم)

تشریح: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے کیا نذر مانی تھی؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس نے روزے رکھنے کی نیت کی تھی۔ بعض کا خیال ہے کہ گردن آزاد کرنے کی نیت کی تھی۔ بعض کا کہنا ہے کہ صدقہ کرنے کی نیت کی تھی۔

درج بالا جملہ امور میں میت کے ورثا میت کی نیابت کرنے کے پابند ہیں خواہ میت نے مرنے سے قبل وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ نیز اہل علم کا اس بات پر بھی اتفاق ہے، حقوق واجبہ مالیہ کو پورا کرنا ورثا کیلئے ضروری ہے، لیکن بدنی عبادات میں ورثا، میت کی نیابت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس

بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں، اور راجح موقف یہ ہے کہ وہ بدنی عبادات جن میں میت کی نیابت ثابت ہے، وہ پوری کرنی ضروری ہے اور جو ثابت نہیں، انہیں ثابت پر قیاس کرنا درست نہیں۔ مثلاً روزہ بدنی عبادت ہے اس میں میت کے ورثا اس کی نیابت کرنے کے پابند ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے "جو فوت ہو جائے اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کے ورثا اس کی طرف سے روزے رکھیں۔" جبکہ نماز کی نیابت ثابت نہیں ہے۔ اس لیے اسے روزوں پر قیاس کرنا درست نہیں۔

فقہی احکام: (۱) ایسی نذر جو شرعاً درست ہو اس کا پورا کرنا لازم ہے، اگر کوئی پوری کیے بغیر فوت ہو جائے تو اس کے ورثا پر لازم ہے کہ وہ پوری کریں۔ (۲) میت کے ورثا جو میت کی طرف سے صدقہ وغیرہ کرتے ہیں اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ (۳) میت پر قرض وغیرہ کا بوجھ اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب اس کی طرف سے اس کے ورثا ادا کر دیتے ہیں۔

۱۳۸۲:وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ اَلضَّحَّاکِ ؓ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ أَنْ يَنْحَرَ إِبِلاً بِبُوَانَةَ فَأَتَى رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ فَقَالَ "هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ يُعْبَدُ؟" قَالَ لَا قَالَ "فَهَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟" فَقَالَ لَا، فَقَالَ "أَوْفِ بِنَذْرِكَ; فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اَللَّهِ وَلَا فِي قَطِيعَةِ رَحِمٍ وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ اِبْنُ آدَمَ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالطَّبَرَانِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ وَهُوَ صَحِيحُ اَلْإِسْنَادِ.

ابوداود، کتاب الایمان و النذور، باب مایؤمر به من الوفاء بالنذر: ۳۳۱۲، ۳۳۱۳، الطبرانی: ۱۳۴۱

تنبیہ: (۱) مؤلف ؒ نے اس روایت کو ابوداؤد اور طبرانی کی طرف منسوب کرنے کے بعد اس روایت کے الفاظ کو طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے، جبکہ مؤلف ؒ کے نقل کردہ الفاظ نہ تو طبرانی کے ہیں اور نہ ابوداؤد کے ہیں۔ (۲) طبرانی اور ابوداؤد کے الفاظ بڑی حد تک ایک جیسے ہیں۔ معلوم نہیں کہ مؤلف ؒ نے اس روایت کے الفاظ کو طبرانی کی طرف منسوب کرنے کو کیوں ضروری خیال کیا۔

۱۳۸۲: حضرت ثابت بن ضحاک ؓ نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے عہد رسالت میں یہ نذر مانی کہ وہ مقام بوانہ پر اونٹ نحر کرے گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا وہاں کسی بت کی عبادت کی جاتی ہے؟" اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا وہاں مشرکین کے میلوں میں سے کوئی میلہ تو نہیں لگتا؟" اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ اپنی نظر پوری کرو، کیونکہ عدم وفا تو اس نذر میں ہے جو اللہ کی معصیت پر مبنی ہو، یا اس سے قطع رحمی لازم آتی ہو، اور نہ اس کو پورا کرنا ابن آدم کی استطاعت میں ہو۔" اسے ابوداؤد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ طبرانی کے ہیں اور یہ روایت صحیح الاسناد ہے

لغوی تحقیق: بـوانة: باء مضموم اور واؤ مخفف، یہ ایک جگہ کا نام ہے جو بحر احمر کے ساحل کے قریب واقع ہے۔ وثـن: واؤ اور ثاء مفتوح، اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی عبادت کی جائے وہ وثن ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ پیتل سے بنا ہوا یا تانبے سے، یا سونے سے، یا چاندی سے، یا لکڑی وغیرہ کا ہو، یا کسی نبی یا ولی کی قبر ہو۔

تشریح: امام ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی اصل صحیحین میں ہے، نیز اس روایت کی سند صحیحین کی شروط کے موافق ہے، اور اس کے تمام رواۃ مشاہیر ثقات میں سے ہیں اور سند متصل ہے۔ نیز اس کی شاہد روایات حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے بھی منقول ہیں۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ایسے مقامات پر عبادت کرنے سے اجتناب کیا جائے جہاں مشرکین اپنے تہوار یا اپنی رسومات مناتے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) کفار کی مشابہت سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ (۲) کسی بھی جگہ عبادت کرنے یا ذبح کرنے کی نذر مانی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس

جگہ پر مشرکین وکفار اپنے مذہبی تہوار یا اپنی رسومات ادا نہ کرتے ہوں اور نہ وہ جگہ غیر اللہ کے نام سے معروف ہو۔

١٣٨٣:وَلَهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيثِ كَرْدَمٍ رضی اللہ عنہ عِنْدَ أَحْمَدَ.

ابوداود، كتاب الايمان و النذور، باب ما يؤمر به من الوفاء بالنذر: ٣٣١٤، ٣٣١٥، مسند احمد: ٤١٩/٣

١٣٨٣: مسند احمد میں اس کی شاہد روایت حضرت کردم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

تشریح: سابقہ حدیث میں رجل کا ذکر ہے لیکن اس روایت میں حضرت کردم بن سفیان رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ روایت ان کی بیٹی میمونہ بنت کردم سے قدر تفصیل سے منقول ہے، وہ کہتی ہیں کہ میرے والد نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے یہ نذر کی تھی کہ اگر میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں مقام بوانہ پر بکریاں ذبح کروں گا۔

١٣٨٤:وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلاً قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي نَذَرْتُ إِنْ فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ "صَلِّ هَا هُنَا" فَسَأَلَهُ فَقَالَ "صَلِّ هَا هُنَا" فَسَأَلَهُ فَقَالَ "شَأْنَكَ إِذًا" رَوَاهُ أَحْمَدُ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ

ابوداود، كتاب الايمان والنذور، باب من نذر أن يصلي في بيت المقدس: ٣٣٠٥، احمد: ٣٦٣/٣، الدارمي: ٢٣٣٩، ابن الجارود: ٩٤٥، الحاكم: ٣٠٤/٤، ٣٠٥، البيهقي: ٨٢/١٠، ٨٣

١٣٨٤: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے فتح مکہ کے دن عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہاتھوں مکہ فتح کروا دیا تو میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسی مقام پر پڑھ لو۔" اس نے پھر پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہاں پڑھ لو۔" اس نے پھر دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ اپنی مرضی کرو۔" (اسے احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: شأنک: یہ فعل محذوف 'الزم' کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اذًا: یہ جزاء اور جواب ہے یعنی اگر تو بیت المقدس میں نماز پڑھنے پر مصر ہے تو پھر وہیں جا کر پڑھ لے۔

تشریح: اس روایت کو فقط امام حاکم ہی نے صحیح نہیں کہا، بلکہ امام ذہبی اور علامہ ابن دقیق العید نے بھی اس پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

فقہی احکام: (۱) نذر کو کسی امر سے مشروط بھی کیا جا سکتا ہے۔ (۲) نظر غیر مشروط طور پر بھی مانی جا سکتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میرے ذمہ اتنے روزے ہیں۔ (۳) ادنیٰ مقام کے بدلے میں اعلیٰ مقام کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ (۴) بیت اللہ میں پڑھی جانے والی نماز بیت المقدس میں پڑھی جانے والی نماز سے افضل ہے۔ (۵) زیادہ سوال کرنے سے سائل مشکلات میں پھنس سکتا ہے۔

١٣٨٥:وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

تنبیہ: اس حدیث کی تخریج وتشریح حدیث رقم ۶۹۷ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

١٣٨٥: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تین مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ کا زیارت کی غرض سے سفر نہ کیا جائے، مسجد الحرام، مسجد الاقصیٰ اور مسجد نبوی۔" (بخاری ومسلم اور مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)

١٣٨٦:وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ "فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ فِي رِوَايَةٍ، فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً.

البخاری، کتاب اعتکاف، باب الاعتکاف لیلاً: ۲۰۳۲، مسلم: ۱۶۵۶، ابوداود: ۳۳۲۵، الترمذی: ۱۵۹۵، النسائی: ۲۱۲۷، ابن ماجۃ: ۲۱۲۹، احمد: ۲/۲۰، الدارمی: ۲۳۳۳، ابن حبان: ۴۳۷۹۔ ۴۳۸۱، شرح معانی الآثار: ۱۳۳/۳، الدارقطنی: ۲/۱۹۹، البیہقی: ۳۱۸/۱۰

۱۳۸۶: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں نے عہد جاہلیت میں مسجد حرام میں اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنی نذر پوری کرو۔" بخاری کی ایک روایت میں مزید یہ الفاظ ہیں، انہوں نے ایک رات کا اعتکاف کیا۔

لغوی تحقیق: **الجاهلية**: اس سے مراد دور جاہلیت ہے، دور جاہلیت کا اختتام کہاں ہوتا ہے، اس بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں۔

تشریح: اعتکاف کیلئے روزہ ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں، جن حضرات کا خیال ہے کہ اعتکاف کیلئے روزہ ضروری نہیں، زیر مطالعہ روایت ان کے مؤقف کی مؤید ہے۔ امام ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ کا لازم ہونا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت نہیں اور نہ قیاس اس کا مؤید ہے، ابن حبان میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے زیر مطالعہ مسئلہ غزوہ حنین سے واپسی پر دریافت کیا تھا۔

فقہی احکام: (۱) اعتکاف کیلئے روزہ شرط نہیں۔ (۲) عہد جاہلیت کے وہ امور جو اسلام سے متصادم نہیں، اسلام نے انہیں جاری رکھا۔ (۳) حالت کفر میں مانی گئی ایسی نذر جو اسلام سے متصادم نہیں، اسلام قبول کرنے کے بعد اسے پورا کرنا ضروری ہے۔